OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN(E) 2788-4058
ISSN(P) 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 75-101

بابا فرید الدین گنج شکر کی مہارت علمِ حدیث
ایک تحقیقی و تاریخی مطالعہ

Baba Fareed Ganj Shakar's Expertise in Ilm-e-Hadith

Muhammad Iqbal Chishti

Ph.D Scholar, Minhaj University, Lahore

Dr. Masood Ahmad Mujahid

Assistant Professor, Department of Arabic, Minhaj University Lahore

Abstract
Baba Fareed Ganj Shakr is a great famous spiritual master of Chishtia school of thought. He spread light of Islam and eliminated the darkness of ignorance by preaching Islamic thoughts. Many of non-believing people embraced Islam because of his sublime character. Besides being a spiritual guide and mentor of immense stature, he was master of Hadith sciences, and served the cause of Islam as an effective Muhaddith of Hadith. When he addressed the people, he quoted Hadith for supporting his conversation. Whenever someone asked a question, he replied in the light of the Quran and Hadith or by using the sayings of the predecessors. This article highlights his love for the Hadith of Holy Prophet and describs how he used Hadith of Holy Prophet in his conversation and speech.

Keywords: Baba Farid, Hadith, Knowledge, Reality, Predecessors

بابا فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ علیہ ہدایت کے وہ سر چشمہ ہیں، جنہوں نے اپنے علم و عمل کے ذریعے کفرستانِ ہند کے اندھیروں میں نورِ الٰہی سے بت کدہ ہند میں توحید ربانی کا بول بالا کیا۔ جہاں آپ نے ظلمت و جہالت میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو اپنی مخلصانہ جد و جہد سے صراطِ مستقیم پر گامزن کیا، وہیں پر آپ نے تشنگانِ علم و معرفت کو علمی اور روحانی فیوضات و برکات سے سیر اب

بھی کیا۔ یہ آپ کی مخلصانہ کاوشوں کا ہی ثمر تھا کہ آپ کے ہاتھوں پر لاکھوں انسانوں نے اسلام قبول کیا اور لوگوں کے سینوں میں توحید و رسالت کی شمع روشن ہوئی۔

آپ علیہ الرحمہ کا تبلیغ اسلام کرتے وقت حدیث بیان کرنا اور سوال پوچھنے والوں کے جوابات حدیثِ نبوی سے استشہاد و استنباط کرتے ہوئے دینا، آپ کی حدیثِ نبوی سے والہانہ محبت اور علمی تعمّق پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت فرید الدین گنج شکر کا تعارف اور علمی تبحر

حضرت بابا فرید الدین کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کا اسم گرامی 'مسعود' اور لقب فرید الدین تھا، 'گنج شکر' کے نام سے مشہور ہوئے۔[(1)] آپ کی پیدائش قصبہ کھتی وال (کھوتوال) ضلع ملتان میں ہوئی۔ آپ علیہ الرحمہ کا پدری شجرہ نسب سیدنا عمر فاروق اعظمg سے ملتا ہے۔[(2)] آپ کی ولادت ۵۶۹ھ، (جبکہ ایک روایت کے مطابق ۵۷۱ھ) میں ہوئی۔ آپ کا وصال ۶۶۴ھ میں ہوا۔[(3)]

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اپنے زمانے کے مایہ ناز عالم تھے، جو حدیث نبوی، تفسیر قرآن اور دیگر علوم و فنون پر دسترس رکھتے تھے۔ آپ علیہ الرحمہ کے علمی تبحر کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ اپنی مجلس میں درس و تدریس کے دوران بیک وقت عربی، فارسی اور پنجابی میں گفتگو فرماتے۔

علامہ محمد بن مبارک کرمانی حسینی اپنی شہرہ آفاق کتاب 'سیر الاَولیاء' میں حضرت بابا فرید الدین کی علمی قدر و منزلت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''إن الشيخ نظام الدين قرأ عليه ستة أجزاء من القرآن الكريم، وشطرًا من العوارف، وكتاب التمهيد للشيخ أبي شكور السالمي''[(4)]

(حضرت خواجہ نظام الدین اَولیاء محبوب الٰہی نے آپ سے قرآنِ کریم کے چھ پاروں کی تفسیر پڑھی اور (شیخ شہاب الدین سہروردی) کی مشہور کتاب 'عوارف المعارف' کا کچھ حصہ پڑھا، اور امام ابو شکور السالمی کی کتاب 'التمہید فی بیان التوحید' کو درساً پڑھا۔)

علامہ عبد الحی بن فخر الدین حسینی اپنی کتاب 'نزھۃ الخواطر و بھجۃ المسامع والنواظر' میں حضرت بابا فرید الدین کی علمی رِفعت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:

''إن فريد الدين كنج شكر قد كتبَ تعليقاتٍ نفيسةً على عوارف

المعارف"[5]

(حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے (امام سہروردی کی کتاب) 'عوارف المعارف' پر (کئی) عمدہ تعلیقات (حاشیہ جات) لکھے۔)

بابا فرید الدین گنج شکر کے علمی تبحّر و تعمّق کے متعلق کئی علماء و فضلاء نے لکھا ہے۔ آپ کا شمار اپنے زمانے کے علماء میں معتبر عالمِ دین کے طور پر کیا جاتا تھا۔ دیگر علماء کو جب مختلف قسم کے گنجلک مسائل پیش آتے، جن کو حل کرنے سے وہ قاصر ہوتے تو بابا فرید الدین گنج شکر اُن مسائل کو بلاتوقف حل فرما دیتے۔ آپ کے پاس محض کسبی علم نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہبی علم بھی تھا۔

بابا فرید الدین گنج شکر کی حدیثِ نبوی میں معرفت

حضرت فرید الدین گنج شکر نے عربی و اسلامی علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد سرزمین پنجاب میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا سلسلہ شروع فرمایا۔ دین اسلام کی تبلیغ کے ساتھ سلسلہ چشتیہ کی ترویج کے لیے بابا فرید الدین گنج شکر کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن آپ علیہ الرحمہ اپنے قول و فعل میں سنتِ مصطفیٰ ﷺ پر قائم رہے اور دینِ حق کی تبلیغ و اشاعت میں آپ علیہ الرحمہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کیا۔ ذیل میں راقم تحقیق کے ساتھ یہ بات منصۂ شہود پر لائے گا کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کس طرح روزمرہ کے وعظ و نصیحت اور خطاب کے دوران اَحادیثِ نبویہ کا استعمال فرماتے۔ آپ کے فرامین یا تو حدیثِ نبوی سے مُقتَبَس ہوتے یا آپ کے فرامین حدیثِ نبوی کے ساتھ مماثلت و مشابہت رکھتے تھے۔

ا-ذکر اللہ کی فضیلت و اہمیت

ذکر اللہ انسان کے لیے انوار و تجلیات کے حصول کی کنجی ہے، بصیرت کا آغاز ہے اور جمال فطرت کا اقرار ہے۔ ذکر الٰہی میں معمور رہنے والے کے ذکر میں، زاہد کی فکر میں خالقِ آفاق کی جھلک نظر آتی ہے۔ ذکر الٰہی دراصل خالق حقیقی سے رابطے کی ایک شکل ہے۔ اسی لیے قرآنِ پاک میں جگہ جگہ اللہ رب العزت کے ذکر کرنے کا تذکرہ ہوا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾[6]

(اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرو۔)

خالقِ کائنات کے ذکر میں نماز، تلاوتِ قرآن حکیم، دُعا اور استغفار سب شامل ہیں۔ ذکر اللہ کی بڑی عظمت، اہمیت اور برکات ہیں۔ ذکر اللہ سے اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے اور انسان کی روحانی ترقی ہوتی ہے۔ ذکرِ اللہ سے قلوب واَذھان منور ہو جاتے ہیں۔ خدا کا ذکر ہی وہ راستہ اور دروازہ ہے جس کے ذریعے ایک بندہ بارگاہ الٰہی تک پہنچ سکتا ہے۔ ذکر اللہ کی فضیلت و اہمیت مختلف احادیث نبویہ سے بھی واضح ہوتی ہے۔ جتنے بھی کامل اولیاء وصلحاء ہوئے ہیں سب ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مستغرق و محو رہتے تھے۔

حضرت خواجہ بدر اسحاق علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ المشائخ حضور بابا فرید الدین گنج شکر ذکر اللہ سے متعلق اپنے مریدین کو بیان کر رہے تھے۔ آپ نے ذکر الٰہی کے متعلق فرمایا:

"اہل تصوف صرف اسی دل کو زندہ سمجھتے ہیں جو یادِ حق میں مستغرق ہو اور ایک دم بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو۔"[7]

اس کے بعد مزید فرمایا:

"ان لوگوں کے دل جو یادِ الٰہی سے غافل ہیں اہلِ تصوف اس کو زندہ شمار نہیں کرتے۔ ان کا قول ہے کہ جو دل زندہ ہے وہ کبھی یادِ حق سے غافل نہیں ہوتا"[8]

اَحادیثِ نبویہ کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ کے فرامین اور اَقوال حدیث نبویہ کے عکاس ہوا کرتے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے "ذکر اللہ" سے متعلق کئی احادیث بیان فرمائی ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ"[9]

(اپنے رب کا ذکر کرنے والے اور ذکر نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔)

ایک اور مقام پر حضرت معاذ بن جبل رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

"أكثروا ذكر الله على كل حال فليس عمل أحب إلى الله ولا أنجي لعبده من ذكر الله في الدنيا والآخرة"[10]

(ہر حال میں کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس سے بڑھ کر کوئی عمل پسند نہیں اور دنیا و آخرت میں اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی عمل نجات دلانے والا نہیں۔)

بابا فرید الدین گنج شکر کے بیان کردہ فرمودات اور حضور نبی اکرم ﷺ کی احادیث کا مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کس قدر مطالعہ حدیث میں محو رہتے اور دورانِ وعظ و خطاب آپ کی تمام باتیں حدیثِ نبوی کے ساتھ مطابقت رکھتی تھیں۔

2-علم اور علماء سے محبت

قرآن مجید میں جہاں علم کی فضیلت کا بیان ہوا ہے وہیں پر اس کے حصول کے متعلق بھی کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾[11]

(فرما دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں؟)

اللہ تعالیٰ نے جب ان کی برابری کو ردّ کیا تو پہلے اس علم کی ماہیت و نوعیت کو بیان کیا، کیونکہ 'علم والے اور علم نہ رکھنے والے برابر نہیں ہو سکتے'۔ اس اظہار کے لیے الگ آیت نہیں آئی۔ یہ ایک ہی آیت کریمہ کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ بطورِ مقدمہ اور آیت کا دوسرا حصہ اس کا نتیجہ بیان کرتا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿يَرْفَعِ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾[12]

آیت کریمہ میں علم والوں سے مراد وہ ہیں جن کے قلب و باطن پر علم وارد ہوا اور وہ علمِ الٰہی اور علمِ کتاب کی تجلیات سے روشن ہیں۔ یہاں علم سے مراد وہ علم والے نہیں ہیں جو اپنے علم کی اسناد حاصل کر کے دنیا کماتے ہیں اور امت کو تفرقہ بازی کے ذریعے فرقوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایسے لوگ خود بھی گم راہ ہوتے ہیں اور مخلوقِ الٰہی کو بھی گم راہ کرتے ہیں۔ جس علم کے حصول کے باوجود تواضع و انکساری، خشوع و خضوع صدق و اخلاص، تقویٰ و طہارت اور اپنے فرائض و واجبات کا احساس نہیں آتا تو اس صورت میں ایسا 'علم' رکھنے والوں سے تو علم نہ رکھنے والے ہی بہتر ہوں گے۔

شیخ ابو العباس مُرسی فرماتے ہیں:

اَلْعِلْمُ هُوَ الَّذِي يَنْطَبِعُ فِي الْقَلْبِ كَالْبَيَاضِ فِي الْأَبْيَضِ، وَالسَّوَادِ فِي الْأَسْوَدِ[13]

(علم وہ ہے جو دل میں یوں سرایت کر جائے جیسے سفید چیز میں سفیدی اور سیاہ چیز میں سیاہی۔)

حقیقی علم تو وہ ہے جو بندے کے قلب و باطن اور اُس کے وجود پر اِس طرح وارد ہو کہ اسے رات کے اندھیروں میں سجدہ ریز کر دے۔ جو ہمہ وقت اسے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف متوجہ رکھے ، آخرت کا خوف جگائے رکھے اور اس کے اندر تواضع و انکساری، تقویٰ و پرہیز گاری اور نرمی و غم گساری پیدا کر دے۔ ایسا علم انسان کے تن اور من کو بھی سنوارے گا اور باطن کو بھی نکھار دے گا۔ ایسا علم رکھنے والوں کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

کمالِ علم کب اور کیسے نصیب ہوتا ہے؟

سوال یہ اٹھتا ہے کہ علم کو کمال اور عروج کب نصیب ہوتا ہے؟ اور علم نافع کون سا علم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں بھی امت کو آگاہ فرما دیا ہے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ: فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ وَذٰلِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ، وَعِلْمٌ عَلَي اللِّسَانِ فَذَالِکَ حُجَّةُ اﷲِ عَلَي ابْنِ آدَمَ''[14]

(علم دو (طرح کے) ہیں: ایک علم دل میں ہوتا ہے اور یہ علم نافع ہے اور ایک علم زبان پر ہوتا ہے، یہ ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''إِذَا أَرَادَ اُللّٰہ بِعَبْدٍ خَيْرًا فَقَّهَه، فِي الدِّيْنِ وَأَلْهَمَه، رُشْدَه''[15]

(جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور اُس کے دل میں اُس کی رشد اور ہدایت کو ڈال دیتا ہے۔)

یہاں حضور نبی اکرم ﷺ نے لفظِ علم استعمال نہیں کیا، اس لیے کہ علم کمال کو تبھی پہنچتا ہے جب عِلْم عَلَى اللِّسَان بھی ہو اور عِلْم فِي الْقَلْب بھی ہو۔ علم ظاہر بھی ہو اور علمِ نافع بھی ہو، یعنی وہ علم جو علم الیقین بھی ہو اور عین الیقین بھی ہو۔ جب یہ دو جمع ہوں تو وہ علم اپنا حقیقی ثمر انسان کو عطا کرتا ہے۔ اِسی لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے یہاں فَقَّهه فِي الدِّيْنِ کا لفظ استعمال فرمایا کہ اُسے دین میں تفقہ عطا فرماتا ہے۔ یہ علم میں گہرائی اور گیرائی کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دین کے علم، فہم اور حقائق و معارف سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

مذکورہ دونوں احادیث مبارکہ کو آپس میں ملائیں تو مؤخر الذکر حدیث کے دوسرے حصہ میں فرمایا:

''وَأَلْهَمَه، رُشْدَه، فِيْهِ''

(اور اُس کے دل میں اُس کی رشد اور ہدایت کو ڈال دیتا ہے۔)

حضرت خواجہ بدر اسحاق کہتے ہیں کہ ایک روز بابا فرید الدین گنج شکر علماء و مشائخ کی بزرگی کے بارے گفتگو فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من أحبّ العلم والعلماء لا يكتب خطيئة''[16]

(یعنی جو شخص علم اور علماء سے محبت کرتا ہے اُس کا گناہ نہیں لکھا جاتا۔)

پھر فرمایا: ''سچی محبت ان کی پیروی ہے۔ جب کوئی ان سے محبت کرتا ہے تو ضرور ان کی متابعت کرے گا اور ناشائستہ حرکات سے باز رہے گا اور جب یہ حالت ہو گی تو اس کا گناہ نہیں لکھا جائے گا۔''[17]

بابا فرید الدین گنج شکر کی بیان کردہ اس حدیث کو کتبِ حدیث میں دیکھیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ حضرت بابا فرید الدین نے بعینہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان علماء کی بزرگی اور عظمت کے لیے نقل کیا ہے۔ امام جمال الدین محمد بن عبد الرحمن اپنی کتاب میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''من أحب العلم والعلماء لم تكتب عليه خطيئة أيام حياته ومن مات على محبة العلم والعلماء فهو رفيقي في الجنة'' [18]

(جس نے علم اور علماء سے محبت کی جب تک تو اُس کی تمام زندگی اُس پر گناہ نہیں لکھا جائے گا، اور جو علم اور علماء کی محبت میں فوت ہوا وہ جنت میں میرا ساتھی ہو گا۔)

ایک اور مقام پر فرمایا:

''من أحب طالب العلم فقد أحب الأنبياء ومن أحب الأنبياء كان معهم ومن أبغض طالب العلم فقد أبغض الأنبياء ومن أبغض الأنبياء فجزاؤه جهنم''[19]

(جس نے طالبِ علم سے محبت کی اُس نے ضرور انبیاء سے محبت کی، اور جس نے انبیاء سے محبت کی وہ اُن کے ساتھ ہو گا، جس نے طالبِ علم سے بغض رکھا اُس نے انبیاء سے بغض رکھا، اور جس نے انبیاء سے بغض رکھا اُس کی جزاء جہنم ہے۔)

مندرجہ بالا اَحادیث کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے علم اور علماء کا مقام کیسے بیان کیا ہے اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ کے علم اور علماء سے متعلق بیان کردہ فرامین عین حدیثِ نبوی سے تطابق و توافق رکھتے ہیں۔

3- علماء انبیاء کے وارث ہیں

اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے زیر مطالعہ کتبِ صحاح ستہ اور دیگر کتبِ حدیث تھیں جن سے آپ استفادہ کرتے اور عوام و خواص کے سامنے اَحادیث بیان کرتے۔

آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"علماء انبیاء کے وارث ہیں اور مشائخ اللہ کے برگزیدہ ہیں۔"[20]

حضرت بابا صاحب کا یہ فرمانا حدیث نبوی کے عین مطابق ہے۔ امام بخاری اپنی صحیح میں فضیلت علم سے متعلق حدیث نقل کرتے ہیں کہ:

"أن العلماء هم ورثة الأنبياء ورثوا العلم من أخذه أخذ بحظ وافر، ومن سلك طريقا يطلب به علما سهَّل الله له طريقا إلى الجنة"[21]

(بے شک انبیاء نبیوں کے وارث ہیں جو علم کے وارث بنائے گئے ہیں، جس نے اُن سے علم کا حصہ لے لیا اُس نے وافر حصہ لے لیا، جس شخص علم کے راستے پر چلا جس پر وہ علم ہی طلب کرتا رہا اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔)

امام ابن ماجہ، امام ابو داود، امام ترمذی اور امام احمد بن حنبل اپنی کتب میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب وإن العلماء ورثة الأنبياء وإن الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما ورثوا العلم"[22]

(عالم کی عابد پر فضیلت ایسے ہے جیسے چودھویں کا چاند تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے۔ بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار و درہم کے وارث نہیں بنائے گئے بلکہ وہ علم کے وارث بنائے گئے ہیں۔)

ان تمام احادیثِ نبویہ کا مطالعہ کرنے سے بھی عیاں ہوتا ہے کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کس طرح اپنے متوسلین و مریدین کی علمی وروحانی ترویج کے لیے رہنمائی فرماتے اور اَحادیثِ نبویہ سے اُنہیں درست راہ پر گامزن کرتے۔

4-علمِ نافع اور مقبول عمل کی دعا

دین اسلام اپنے اندر کئی خصائص و امتیازات رکھتا ہے۔ اسلامی اَقدار میں یہ بات شامل ہے کہ جب کوئی نیک کام کرے تو اُس کی حوصلہ افزائی کے لیے اُسے دعا دی جائے۔ جیسا کہ اسلاف کا ہمیشہ سے وتیرہ رہا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اَولیاء سے منقول ہے، آپ فرماتے ہیں کہ حضرت گنجِ شکر علیہ الرحمہ نے جس روز مجھے خلافت اور سندِ فراغت عطا فرمائی اس کے بعد فرمایا:

"أسعدك الله في الدارين، ورزقك علما نافعا وعملا مقبولا"(23)

(اللہ تعالیٰ تجھے دونوں جہانوں کی سعادتوں سے نوازے اور تجھے علمِ نافع اور عملِ صالح سے سرفراز فرمائے۔)

اس دعا پر بھی غور کرنے کے ساتھ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت بابا فرید الدین علیہ الرحمہ وسیع المطالعہ تھے اور روز مرہ کی گفتگو کے دوران بھی دعائیہ کلمات میں اَحادیث نبویہ سے استنباط و استشہاد فرماتے تھے۔ بابا فرید الدین گنج شکر کے یہ دعائیہ کلمات اُس حدیثِ نبوی کی عکاسی کرتے ہیں جو امام ابن ماجہ، امام نسائی، امام ابن ابی شیبہ اور دیگر کئی محدثین نے سیدہ امّ سلمہؓ سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز ادا فرماتے، سلام پھیرنے کے بعد آپ یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا طَيِّبًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا"(24)

(یااللہ! میں تیری بارگاہ سے علمِ نافع، پاکیزہ رزق اور مقبول عمل کا سوال کرتا ہوں۔)

5-بزرگوں کے ہاتھ چومنا

بابا فرید الدین گنج شکر نے اسلامی تعلیمات کی ترویج انتہائی اَحسن انداز سے فرمائی۔ آپ نے ایک مرتبہ بزرگانِ دین کے ہاتھ چومنے سے متعلق بیان کیا کہ:

"اے درویش! ایک دوسرے کا ہاتھ چومنا حضور نبی اکرم ﷺ اور انبیاء کی سنت ہے۔ جو شخص تعظیمًا مشائخ کے دست مبارک کو بوسہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے گناہ سے اس طرح پاک کر دیتا ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔"(25)

پھر فرمایا: "جب لوگ نماز سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں اور مصافحہ کر کے ہاتھ ملاتے ہیں تو ان کے گناہ جھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے موسم خزاں میں جھڑتے ہیں۔"(26)

ان تمام فرامین کا جائزہ لینے کے بعد جب ہم مختلف کتب کی طرف ان باتوں کی تصدیق کے لیے رجوع کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی احادیث بھی بعینہ اسی طرح موجود ہیں۔

"وقال عليه الصلاة والسلام: من صافح أخاه المسلم وحرك يده في يده تناثرت ذنوبه"(27)

(حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ مصافحہ کیا اور اُس کے ہاتھ کو حرکت دی، تو اس کے گناہ جھڑتے ہیں۔)

ایک اور مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان إلا غفر لهما قبل أن يتفرقا"(28)

(جب دو مسلمان ملتے ہیں اور آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو اُن کے جدا ہونے سے پہلے اُن دونوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔)

صحابہ کرام کا نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو چومنا بھی کتب حدیث سے ثابت ہے۔ امام ابو داود اپنی "السنن" میں روایت کرتے ہیں۔ اُم ابان بنت وازع بن زارع نے اپنے دادا جان حضرت زارع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جو عبد القیس کے وفد میں شامل تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ:

"لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ النَّبِيِّ ﷺ وَرِجْلَهُ"(29)

(جب ہم مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو تیزی سے اپنی سواریوں سے اتر کر رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک کو چومنے لگے اور پائے اقدس کو۔)

امام بخاری اپنی کتاب "الادب المفرد" میں حدیث نقل کرتے ہیں۔ حضرت وازع بن عامر کہتے ہیں:

"قدمنا فقيل ذاك رسول الله فأخذنا بيديه ورجليه نقبلها"[30]

(ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو ہمیں کہا گیا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں، تو ہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں پکڑے اور چومنے لگے۔)

حضرت صہیب کہتے ہیں:

"رأيت عليا يقبل يد العباس"[31]

(میں نے مولا علی علیہ السلام کو حضرت عباس کے ہاتھ چومتے دیکھا۔)

نیک عالم اور صالح شخص کے ہاتھ چومنا بھی جائز اور مباح ہے۔ مختلف ائمہ نے اس کی رخصت دی ہے۔

"رخص الشيخ الإمام شمس الأئمة السرخسي وبعض المتأخرين تقبيل يد العالم أو المتورع على سبيل التبرك"[32]

(شمس الائمہ امام سرخسی اور بعض متاخرین ائمہ نے عالم، پرہیز گار کے ہاتھ حصولِ برکت کی غرض سے چومنے کی رخصت دی ہے۔)

امام احمد بن ابراہیم کہتے ہیں:

"إن الناس يقبلون أيادي المشايخ المذكورين ويطلبون منهم الدعاء"[33]

(بے شک لوگ صالح اور پرہیز گار لوگوں کے ہاتھ چوما کرتے تھے اور اُن سے دعا کرواتے تھے۔)

ذیل میں راقم ائمہ اربعہ یعنی مذاہب اربعہ کے فقہاء کے نزدیک بزرگوں کے ہاتھ کو چومنے کا جواز پیش کرتا ہے۔

اَحناف کے نزدیک ہاتھ چومنا

علامہ ابن عابدین الشامی لکھتے ہیں:

"لا بأس بتقبيل يد العالم والمتورع على سبيل التبرك"[34]

(عالم اور پرہیز شخص کے ہاتھ برکت کے لیے چومنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔)

مالکیہ کے نزدیک ہاتھ چومنا

امام مالک ہاتھ چومنے سے متعلق لکھتے ہیں:

"إن كانت قبلة يد الرجل على وجه القربة إلى الله لدينه أو لعلمه أو لشرفه فإن ذلك جائز"[35]

(اگر کوئی شخص کسی شخص کے ہاتھ کا بوسہ اللہ کی قربت کے لیے، اُس کے دین کے لیے یا اُس کے علم و شرف کی وجہ سے لے تو اس صورت میں جائز ہے۔)

شافعیہ کے نزدیک ہاتھ چومنا

امام نووی ہاتھ چومنے سے متعلق لکھتے ہیں:

"تقبيل يد الرجل لزهده، وصلاحه وعلمه، أو شرفه، أو نحو ذلك من الأمور الدينية، لا يكره بل يستحب"[36]

(کسی شخص کا کسی نیک آدمی کے زہد و تقوی کے باعث یا اُس کے علم و شرف کے باعث ہاتھ چومنا، یا اس طرح کے امورِ دینیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہاتھ چومنا، مکروہ نہیں ہے بل کہ مستحب ہے۔)

حنابلہ کے نزدیک ہاتھ چومنا

علامہ سفارینی حنبلی ہاتھ چومنے سے متعلق لکھتے ہیں:

"إن كان على طريق التدين فلا بأس، قَبَّلَ أبو عبيدة يد عمر بن الخطاب"[37]

(اگر وہ شخص دین کے تمسک کی خاطر کسی کو ہاتھ چومتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابوعبیدہ نے سیدنا عمر بن خطاب کا ہاتھ چوما تھا۔)

علامہ خطیبِ بغدادی کہتے ہیں:

"كان أبو مسهر عبد الأعلى الدمشقي الغسّاني، إذا خرج إلى المسجد اصطفَّ الناس يُسلّمون عليه ويُقبِّلون يده"[38]

(ابو مسہر عبد الاعلی الدمشقی غسانی جب مسجد کی طرف جاتے تو لوگ صفیں بنا لیتے اور اُن کو سلام کرتے اور پھر اُن کے ہاتھ چوما کرتے۔)

ان تمام آثار و واقعات سے بخوبی عیاں ہوتا ہے کہ علماء، صلحاء اور اتقیاء کے ہاتھ کو چومنا ہمیشہ سے اَسلاف کا طریقہ رہا ہے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے علماء اور مشائخ کے ہاتھ چومنے

سے متعلق جو ارشادات فرمائے وہ عین سنتِ نبوی اور محدثین و مفسرین کے فرامینِ متتالیہ میں سے ہیں۔

6- کشف و کرامات سے متعلق فرمان

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی حدیثِ نبوی میں معرفتِ وادراک کا اس بات سے بھی بخوبی پتا چلتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ جب بھی اپنے مریدین و سالکین کے ہاں کسی بات کا جواب دیتے، لازمی حدیث اور اَسلاف کے اَقوال کو بطورِ دلیل پیش فرماتے۔ ذیل میں آپ کشف و کرامات سے متعلق ملفوظات بیان کرتے ہوئے سیرت النبوی سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ:

"ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اور امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں پر عبد اللہ بن مسعود بکریاں چرا رہے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے تھوڑا سا دودھ مانگا تو انہوں نے عرض کی کہ میں امین ہوں میں کس طرح دودھ دے سکتا ہوں۔ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق نے بھی اسے دودھ دینے کا کہا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ میں امانت دار ہوں۔ بعد میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی ایسی بکری لاؤ جس سے بکرے نے جفتی نہ کی ہو۔ جب وہ بکری لائی گئی تو آپ ﷺ نے اس کی پیٹھ پر دست مبارک پھیرا تو اس نے اس قدر دودھ دیا جس کی کوئی حد نہیں۔"(39)

بابا فرید الدین گنج شکر کا یہ واقعہ بیان کرنا اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ آپ کی حدیث، سیرت اور تاریخ اسلامی پر عمیق نظر تھی۔ اس واقعہ کو امام احمد بن حنبل اور امام ابن سعد نے الطبقات الکبری میں نقل کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل اس کو نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كُنْتُ أَرْعَى غَنَمًا لِعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ فَمَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ فَقَالَ يَا غُلَامُ هَلْ مِنْ لَبَنٍ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ وَلَكِنِّي مُؤْتَمَنٌ قَالَ فَهَلْ مِنْ شَاةٍ لَمْ يَنْزُ عَلَيْهَا الْفَحْلُ، فَأَتَيْتُهُ بِشَاةٍ فَمَسَحَ ضَرْعَهَا فَنَزَلَ لَبَنٌ فَحَلَبَهُ فِي إِنَاءٍ فَشَرِبَ وَسَقَى أَبَا بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ لِلضَّرْعِ اقْلِصْ فَقَلَصَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُهُ بَعْدَ هَذَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلِّمْنِي مِنْ هَذَا الْقَوْلِ قَالَ فَمَسَحَ رَأْسِي وَقَالَ يَرْحَمُكَ اللهُ"(40)

(حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے آپ کہتے ہیں: میں عقبہ بن معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا، پس رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق کا میرے پاس سے گزر ہوا تو

آپ ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟ میں نے کہا: ہاں، لیکن میں امانت دار ہوں۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس سے بکرے نے جفتی نہ کی ہو، تو میں ایک ایسی ہی بکری لایا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اُس کے تھنوں پر اپنا دستِ اقدس پھیرا، اور اسے ایک برتن میں دوھا جسے آپ ﷺ نے اور حضرت ابو بکر نے نوش فرمایا، پھر حضور ﷺ نے بکری کے تھنوں کے لیے فرمایا: تم سکڑ جاؤ، تو وہ سکڑ گئے، ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس آیا تو عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، مجھے اس میں سے کچھ سکھائیے۔ تو حضور ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔)

اسی واقعہ کو امام ابن سعد نے اپنی کتاب "الطبقات الکبری" میں نقل کیا ہے۔[41]

اسی قبیل سے ایک اور معجزہ جو امام حاکم نے اپنی "المستدرک" میں نقل کیا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ کی طرف جارہے تھے جو راستے میں حضرت ام معبد کے خیمے کے پاس رکے اور دودھ کا استفسار کرنے پر ام معبد نے وہ بکری دودھ کے لیے پیش کی جو دودھ نہیں دیتی تھی۔ آپ ﷺ نے اللہ رب العزت سے دعا کی:

"فمسح بيده ضرعها وسمى الله تعالى، ودعا لها في شاتها، فتفاجت عليه، ودرت، فاجترت، فدعا بإناء"[42]

(آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اُس کے تھنوں کو مس کیا اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور دعا فرمائی۔ اچانک بکری کے تھنوں میں دودھ اُتر آیا تو آپ ﷺ نے اُس کا دودھ دوہنے کے لیے برتن منگوایا۔)

ان واقعات کے روشنی میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی کتبِ سیر اور کتب تاریخ پر گہری نظر تھی۔ آپ کشف، کرامات اور معجزات کے واقعات اپنے مریدین کو وعظ و نصیحت اور اسلامی معلومات پہنچانے کی غرض سے بیان فرماتے۔

7-طلبِ رزق سے متعلق فرامین

خواجہ بدر الدین اِسحاق کہتے ہیں کہ میں ایک روز حضور گنج شکر کی مجلس میں موجود تھا آپ علیہ الرحمہ نے رزق سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

"رزق چار اَقسام پر مشتمل ہے:(۱) رزق مقسوم (۲) رزق مذموم (۳) رزق مملوک (۴)رزق موعود۔ رزق مقسوم وہ ہے جو قسمت کے اندر لوح محفوظ میں لکھا جاچکا ہے وہ ضرور بالضرور ملے گا۔ رزق مذموم وہ ہے کہ جو کچھ کھانے پینے کو ملے اُس پر صبر نہ کرے جبکہ اللہ تعالیٰ خود رزق کا ضامن ہے۔ رزق مملوک وہ ہے جو نقدی اور اَسباب وغیرہ جمع کیا جائے یا تجارت کی جائے۔ رزق موعود وہ رزق ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں اور عابدوں سے کیا ہے، یعنی نیک لوگوں کو رزق کے اندیشے سے آزاد کر دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اُن سے وعدہ ہے کہ بن مانگے اُن کو رزق پہنچے گا۔"(43)

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے رزق سے متعلق بیان کردہ یہ نکات بھی مختلف احادیث کے ساتھ مماثلت و مطابقت رکھتے ہیں۔

رزق کی چار اَقسام میں سے پہلی قسم "رزق مقسوم" سے متعلق حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ"(44)

(اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا اور عرش پانی پر تھا۔)

ایک اور مقام پر حضرت عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے رزق ملنے سے متعلق فرمایا۔

"إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ وَيُقَالُ لَهُ اكْتُبْ عَمَلَهُ وَرِزْقَهُ وَأَجَلَهُ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ"(45)

(تم میں سے ہر ایک کا مادہ پیدائش (نطفہ) اپنی والدہ کے بطن میں جمع رہتا ہے پھر چالیس دن خون کی بوند رہتا ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں تک مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) کی شکل میں رکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور چار باتوں کا حکم دیتا ہے یعنی اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل، رزق، موت اور شقی ہے یا سعید، یہ چار باتیں لکھ دے۔۔۔۔)

بابا فرید الدین گنج شکر کا رزق مذموم سے متعلق فرمان: "رزق مذموم وہ ہے کہ جو کچھ کھانے پینے کو ملے اُس پر صبر نہ کرے" یعنی انسان رزق کے حصول کے لیے معاصی کا ارتکاب کر کے رزق کے حصول کو ممکن بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

حدیثِ نبوی میں بھی اس بات کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص گناہ و معاصی کرتا ہے تو وہ اپنے معیّن رزق سے بھی اپنے گناہ کے باعث محروم ہو جاتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا يحملكم استبطاء الرزق على أن تطلبوه بمعاصي الله"(46)

(تم میں سے کوئی اپنے رزق کی تاخیر اس صورت میں نہ کرے کہ وہ اُسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے طلب کرے۔)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِخَطِيئَةٍ يَعْمَلُهَا"(47)

(بے شک آدمی اپنے گناہ کے باعث اپنے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔)

8-بارانِ رحمت نہ ہونے کی وجوہات

سید الاولیاء، زہد الانبیاء حضرت بابا فرید الدین گنج شکر متبحر عالم ہونے کے ساتھ وہ روحانی شخصیت تھے جو اپنی مثال آپ تھے۔ آپ علیہ الرحمہ کے پاس جب بھی آپ کے مریدین، متمسکین اور معتقدین حاضر ہوتے آپ اُنہیں دنیا کی برائیوں، آفات اور دیگر معاملات میں رہنمائی فرماتے۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے اور حضور بابا صاحب نے بارش کے متعلق چند ملفوظات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"اے درویش! رسولِ خدا ﷺ فرماتے ہیں: بارش کی قلت لوگوں کے شامتِ اَعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔"(48)

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کا اپنے مریدین کو یہ بتانا آپ کا حدیثِ نبوی کے ساتھ تمسک، اقتران اور علم دوستی پر دلالت کرتا ہے۔ جب راقم نے حضور بابا صاحب کی "اسرار الاولیاء" میں بیان کردہ حدیث کو ڈھونڈنے کے لیے کتبِ حدیث کی مصادر و مراجع کی طرف رجوع

کیا تو ثابت ہوا کہ محدثین نے بعینہ اِس طرح کی اَحادیث اپنی کتب میں نقل کی ہیں۔ موضوع سے متعلقہ مختلف کتبِ احادیث و تفسیر سے چند حوالہ جات درج ذیل ہیں:

"عن سعید بن مسروق عن عكرمة قال التقى ابن عباس وكعب فقال كعب يا ابن عباس إذا رأيت السيوف قد عريت والدماء قد أهريقت فاعلم أن حكم الله قد ضيع وانتقم الله لبعضهم من بعض واذا رأيت الوباء قد فشا فاعلم أن الزنا قد فشا واذا رأيت المطر قد حبس فاعلم أن الزكاة قد حبست ومنع الناس ما عندهم ومنع الله ما عنده"(49)

(حضرت کعب نے حضرت عبد اللہ بن عباس کو کہا: اے ابنِ عباس! جب تو دیکھے کہ بیماری پھیل گئی ہے تو جان لو بے شک زنا عام ہو گیا ہے، جب تو دیکھے کہ بارش روک لی گئی ہے تو جان لو زکاۃ (کو غرباء تک پہنچانے سے) روک لیا گیا۔ لوگوں کے پاس جو کچھ تھا انہوں نے روکا اور اللہ کے پاس جو کچھ تھا وہ اُس نے روک لیا۔)

ایک اور مقام پر عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خمس بخمس ما نقض قوم العهد إلا سلط الله عليهم عدوهم ولا حكموا بغير ما أنزل الله إلا فشا فيهم الفقر وما ظهرت الفاحشة فيهم إلا ظهر فيهم الطاعون وما طففوا الكيل إلا منعوا النبات وأخذوا بالسنين ولا منعوا الزكاة إلا حبس الله عنهم المطر"(50)

(پانچ چیزیں پانچ کے بدلے نازل ہوتی ہیں۔ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد توڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُن پر اُن کا دشمن مسلط کر دیتا ہے، جب وہ درست فیصلے نہیں کرتے تو اُن میں فقر و فاقہ نازل ہوتا ہے، جب اُن میں برائی ظاہر ہوتی ہے تو اُن میں طاعون کی بیماری پھیل جاتی ہے، جب وہ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نباتات کو روک لیتا ہے اور قحط سالی پھیل جاتی ہے، جب وہ زکاۃ نہیں دیتے تو اللہ تعالیٰ بارش کو روک لیتا ہے۔)

ایک اور مقام پر امام ابن حجر عسقلانی حضرت ابن بریدہ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ولا منع قوم قط الزكاة إلا حبس الله تعالى عنهم المطر"(51)

(جب کوئی قوم زکاۃ (اپنے پاس) روکتی ہے تو اللہ تعالیٰ بارانِ رحمت کو روک لیتا ہے۔)

ان اَحادیث کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بابا فرید الدین گنج شکر کس قدر اپنی مجالسِ علمیہ میں اَحادیث سے اقتباس فرماتے اور اُسے عوام الناس کے سامنے بیان کرتے۔

9-توبہ کی شرائط ولوازمات

شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکر دورانِ تفسیر جہاں محققانہ وعالمانہ اسلوب اختیار کرتے ہیں ساتھ ہی صوفیانہ اُسلوب بھی اپناتے ہیں اور آیات کے دقائق و غوامض کو واضح فرماتے جاتے۔ آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ بدر اسحاق علیہ الرحمہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ دیگر لوگ بھی آپ کی مجلس میں موجود تھے، حضور بابا فرید الدین گنج شکر نے 'توبہ' کے موضوع پر گفتگو کرنا شروع کر دی اور قرآن کریم کی آیت تلاوت فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا﴾[52]

(اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوعِ کامل سے خالص توبہ کرلو۔)

اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

> ''توبہ کی چھ اَقسام ہیں۔ اول: دل اور زبان سے توبہ کرنا۔ دوم: آنکھ سے توبہ کرنا۔ سوم: کان کی توبہ، چہارم: ہاتھ کی توبہ، پانچویں: پاؤں کی توبہ اور چھٹی نفس کی توبہ ہے۔ پھر ہر ایک قسم پر مفصّل گفتگو فرماتے ہوئے کہا کہ جب تک بندہ دل سے توبہ کی تصدیق نہ کرے اور زبان سے اقرار نہ کرے تو توبہ درست ہی نہیں ہوتی، اور 'توبۃ النصوح' سے مراد دل کی توبہ ہے۔ یعنی جب توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ کی طرف واپس لوٹ آؤ۔ جب دل تمام دنیاوی خرابیوں سے صاف ہو جائے گا تو توبہ شمار ہو گی اور انسان متقی وپرہیز گار ہو جائے گا''[53]

اگر ہم بابا فرید الدین گنج شکر کے توبہ کے متعلق بیان کردہ فرامین کا جائزہ لیں تو ہم پر یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ علیہ الرحمہ بیان کردہ نکات اَحادیثِ نبویہ کے ساتھ مطابقت وموافقت رکھتے ہیں۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کا یہ فرمان ''کہ جب تک بندہ دل سے توبہ کی تصدیق نہ کرے اور زبان سے اقرار نہ کرے تو توبہ درست ہی نہیں ہوتی'' حدیثِ نبوی کی ترجمانی کرتا ہے جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''كم من تائبٍ يرِدُ يومَ القيامة، يظُنُّ أنهُ تائبٌ وليس بتائبٍ، لأنه لَمْ

یُـحْکِمْ أبوابَ التوبةِ"[54]

(قیامت کے دن بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو خود کو تائب سمجھ کر آئیں گے مگر ان کی توبہ قبول نہیں ہوئی ہوگی اس لیے کہ انہوں نے توبہ کے دروازے کو (ندامت پر دوام)' سے مستحکم نہیں کیا ہوگا۔)

10-دنیا کی حقیقت

انسان دینا کے لہو ولعب اور کھیل تماشے میں مست ہے۔ لوگ موجودہ دور کے نئے نئے تفریحی و کھیل تماشے میں اتنے محو ہیں کہ انہیں آخرت یاد ہی نہیں۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ اکثر لوگ دنیا ہی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ انسان کو اس بات کا بھی یقین ہونا چاہئے کہ جب وہ اس فانی دنیا کے پیچھے پڑ گیا تو خسارہ ہی خسارہ پائے گا۔ اطاعت الٰہی اور آخرت کو بھول کر اپنی ساری عمر مختلف دنیاوی لذتوں میں گزار دیگا اور اس عظیم مقصد کو پس پشت ڈال دیگا جس کیلئے اللہ تعالی نے اسے پیدا فرمایا ہے۔

ہمارے اَسلاف نے ہمیشہ دنیا کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس کی رعنائیوں کی طرف بالکل توجہ نہ دی۔ بابا فرید الدین گنج شکر نے اپنی شاعری کے ذریعے دنیا کی حقیقت سے لوگوں کو آگہی فراہم کی اور بڑے اَحسن انداز میں حدیثِ نبوی میں موجود پیغام دنیا سے بے رغبتی کرنا، جیسے مفاہیم کو بیان کیا ہے۔ آپ علیہ الرحمہ حقیقتِ دنیا سے متعلق کہتے ہیں:

بُجھ نہ بُجھے، بُجھ نہ سُجھّے، دینا گُجھی بھاہ

سائیں میرے چنگا کیتا ناھیں تاں ھنبھی ونجاھاہ[55]

بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ کا کلام اللہ تعالی کے علم لامتناہی میں سے ایک دریا کی مانند ہے جس کی عبارات، اشارات، رموز واَسرار کا کماحقہ احاطہ ناممکن ہے۔ اس شعر میں حضرت فرید الدین گنج شکر نے حقیقتِ دنیا کے متعلق بہت انوکھا پیغام دیا ہے۔ کہ یہ دنیا نہ تو بجھتی ہے اور نہ ہی نظر آتی ہے اور نہ سمجھ میں آتی ہے۔ اللہ کا مجھ پر کرم ہوا کہ اس نے مجھے اس کی آگ سے بچایا ورنہ میں بھی دیگر لوگ جو دنیا دار ہیں، کی مانند حرص ولالچ کی آگ میں جلتا۔

خالقِ کائنات کے نیک بندے جن کی دنیا کی حقیقت معلوم ہے وہ اس دنیا کے پیچھے نہیں دوڑتے۔ یہی اللہ تعالی کے دوستوں کی نشانی ہے۔ بابا فرید الدین نے اپنے اس شعر کا مفہوم قرآنِ کریم کی اس آیت سے لیا ہے:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾[56]

بابا فرید الدین گنج شکر کا یہ بہترین اَنداز تھا کہ آپ شعری انداز میں اللہ تعالی کے ساتھ جُڑ جانے اور مصاحبت اختیار کرنے پر اپنے ماننے والوں کو زور دیا کرتے تھے۔ دنیا سے بے رغبتی صلحاءواَتقیاء کا وتیرہ رہاہے۔مولائے کائنات باب مدینۃ العلم سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ دنیا کے متعلق فرماتے ہیں:

"الدنيا جيفة، فمن أرادها فليصبر على مخالطة الكلاب"[57]

(دنیاایک مردار ہے، جواس کا ارادہ رکھتاہے اُسے کتوں کے ساتھ میل جول میں صبر سے کام لیناچاہیے۔)

11-موت کو یاد کرنا

زندگی ایک سفر ہے اور انسان عالم فناء سے عالم بقاء کی طرف گامزن ہے۔ ہمارا اصل وطن اور منزل جنت ہے۔ موت کی یاد سے دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا خیال ایک عقل مند آدمی کے ذہن میں جم جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے موت کو لذتوں کے ختم کرنے والی شے سے تعبیر فرمایاہے۔ اولیاءصلحاءاور اتقیاء ہمیشہ موت کو یاد رکھتے تھے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ کی مجلس میں ایک مرتبہ مولانا بہاؤ الدین، مولانا شہاب الدین غزنوی، شیخ برہان الدین ہانسوی، مولانا بدر الدین اسحاق اور چند دیگر درویش و طلباء حاضر خدمت تھے۔ آپ علیہ الرحمہ نے موت کی یاد سے متعلق وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"جو شخص جس قدر موت سے غافل ہو گا اسی قدر دنیا کا ذکر اس کے دل میں محکم ہو گا۔ طاعت اس کے دل پر گراں گزرے گی اور گناہ آسانی سے کرے گا۔ پھر فرمایا: أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ" یعنی لذتوں میں رخنہ اور جانوں کو مٹانے والی چیز (موت) کو کثرت سے یاد کیا کرو۔" جو شخص جو شخص ہمیشہ موت کو یاد رکھتاہے اس سے اللہ تعالی خوش ہوتاہے۔"[58]

امام ابن ماجہ نے اپنی "السنن" میں باقاعدہ موت کو یاد رکھنے اور اُس کی تیاری کرنے کے لیے ایک باب قائم کیا ہے جس کا نام "بَابُ: ذِكْرِ الْمَوْتِ وَالِاسْتِعْدَادِ لَهُ" رکھا۔ اس کے ذیل میں آپ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ"[59]

(لذتوں کو توڑنے والی (یعنی موت) کو کثرت سے یاد کیا کرو۔)

موت ایک ایسی حقیقت ہے جس کو کثرت سے یاد رکھنا امیدوں کے مختصر ہونے کا سبب ہے، دنیا کی طرف سے بے اعتنائی کا ذریعہ ہے، گناہوں سے توبہ کرتے رہنے پر ابھارنے کا سبب ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا:

"فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَكْيَسُ قَالَ أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا وَأَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتِعْدَادًا أُولَئِكَ الْأَكْيَاسُ"[60]

(مومنین میں سب سے سمجھ دار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کرنے والا اور اس کے آنے سے پہلے پہلے اس کے لیے بہترین تیاری کرنے والا۔)

موت کو یاد کرنا توبہ کا سبب بنتا ہے۔ اس سے مال میں قناعت نصیب ہوتی ہے، عبادت میں سکون و اطمینان میسر آتا ہے۔ موت سے غفلت گناہوں کے ارتکاب کا باعث ہوتی ہے اور انسان کی ہوسِ دنیا اور حرصِ زر میں اضافہ ہوتا ہے۔ سمجھ دار ہے وہ شخص، جو اپنے نفس پر قابو رکھے اور موت کے بعد کام آنے والی چیزوں میں مشغول رہے۔ جو شخص دنیا کے مشاغل میں الجھا رہے اُس کا دل موت کے ذکر اور اُس کے خیال سے غافل ہو جاتا ہے۔ بابا فرید الدین گنج شکر نے ہمیشہ اپنے ساتھ متمسکین ہونے والوں کو موت کی تیار کا حکم دیا اور دنیا دے بے رغبتی اور لالچ و حرص سے دور بھاگنے کا مشورہ دیا۔ آپ کے فرامین اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ دنیاوی آسائشوں سے کس قدر بے نیاز رہتے تھے۔

12- تذکیرِ موت دنیا سے بے رغبتی کا سبب

بسا اوقات انسان دنیا کی چکا چوند میں اتنا کھو جاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے حقیقی مقصد کو بھی پس پشت ڈال دیتا ہے کہ اللہ تعالی نے اُسے دنیا میں کس لیے بھیجا۔ دنیا کی رعنائیوں میں کھو جانا

بھی ایک فطری بات ہے لیکن اگر صلحاء و اتقیاء کی سیر کا مطالعہ کریں تو ہم پر عیاں ہوتا ہے کہ کس طرح وہ دنیا میں رہ کر دُنیا کی رعنائیوں سے بے رغبت رہے۔ موت کی یاد انسان کو دنیاوی رغبتوں سے دور رکھتی ہے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے دنیا سے ہمیشہ کنارا کیا اور اپنے مریدین و متوسلین کو بھی اسی سے دور رہنے کا سبق دیا۔ آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"دنیا کو ہر روز پانچ مرتبہ ندا آتی ہے کہ اے دنیا! تو ہمارے دوستوں کے لیے تلخ ہو جا، تا کہ وہ تجھے نیک نگاہ سے نہ دیکھیں اور اپنے طالبوں کے لیے میٹھی بن جا، تا کہ وہ تیرا ذکر زیادہ کریں اور انہیں مزہ دے تا کہ وہ رنج و مصیبت میں پھنسیں۔"(61)

بابا فرید الدین گنج شکر کے دنیا سے بے رغبتی اور دوری اختیار کرنے کے کئی فرامین ہیں۔ دنیا سے بے رغبتی انسان کو موت کی یاد سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے کہ جب انسان موت کو یاد کرتا ہے تو اُسے اپنا فناء ہونا یاد آتا ہے اور دنیاوی لالچ و حرص دل میں قرار نہیں پکڑتا۔ اللہ تعالی نے انسان کو لاتعداد نعمتوں سے نوازا ہے۔ لیکن دنیا کی رنگینیوں میں انسان یوں پھنسا کہ دنیا میں اپنے آنے کا مقصد ہی بھول بیٹھا۔ خالقِ کائنات کو بھلا بیٹھا۔ اسی لے حضور نبی اکرم ﷺ نے دنیا سے اپنے دل کو نکالنے اور بے رغبتی پیدا کرنے کے لیے قبور کی زیارت کا حکم فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"فزوروا القبور فإنها تذكّر الموتَ"(62)

(قبروں کی زیارت کیا کرو یہ موت کی یاد دلاتی ہیں۔)

قبر کی زیارت موت کو یاد دلاتی ہے، دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور آخرت کی تیاری کے لیے انسان کمربستہ ہو جاتا ہے۔ ایک اور مقام پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أكثروا ذكر الموت، فإنه يمحّص الذنوب، ويزهِّد في الدنيا، فإنْ ذكرتموه عند الغنى هدمه، وإن ذكرتموه عند الفقر أرضاكم بعَيْشِكُم"(63)

(موت کو کثرت سے یاد کیا کرو کیونکہ وہ گناہوں کو زائل کرتی اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے۔ پس اگر تم اسے حالتِ غنیٰ میں یاد کرو گے تو وہ اسے گرا دے گی اور اگر تم اسے

فقر کی حالت میں یاد کرو گے تو وہ تمہیں اپنی زندگی سے راضی کر دے گی۔)

اس حدیث کی روشنی میں اولیاء و صلحاء ہمیشہ موت کو یاد رکھتے تھے اور دنیا کے مناصب اُن کے دلوں میں قرار نہیں پکڑتے تھے اور یہی تلقین انہوں نے اپنے مریدین کو کی اور اس پر عمل بھی کیا۔

خلاصہ بحث

۱۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ اپنے زمانہ کے مشہور محدث، مفسر اور تعلیماتِ اسلامیہ کے ساتھ ساتھ روحانی تعلیمات کا مصدر اور منبع تھے۔

۲۔ آپ علیہ الرحمہ کا وعظ کے دوران حدیث بیان کرنا اور سوال پوچھنے والوں کے جوابات حدیثِ نبوی سے استشہاد کرتے ہوئے دینا، آپ کی حدیث سے والہانہ محبت پر دلالت کرتا ہے۔

۳۔ آپ کے اَقوال واَفعال اس بات پر شاہد ہیں کہ صوفیا نہ صرف عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کے ساتھ لوگوں کے دلوں کو بھی زندہ کرتے ہیں۔

۴۔ بابا فرید الدین گنج شکر نے حضور نبی اکرم ﷺ کے اَخلاق عالیہ کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے اور حسنِ کردار کے ذریعے لوگوں کے مردہ دلوں کو زندہ کیا۔

۵۔ بابا فرید الدین گنج شکر وہ عظیم صوفی ہیں جنہوں نے اِسلامی تعلیمات کی اشاعت اور سلسلہ چشتیہ کے شجرہ کی آبیاری کرنے میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

حوالہ جات وحواشی

1، سید صباح الدین عبد الرحمن، تذکرۃ اَولیائے کرام، اَدبستان، لاہور، پاکستان، المطبوع: ۱۹۷۳ء، ص92

2، چشتی صابری، میاں عبد الحمید، مردان حق، چشت اہلِ بہشت،، کوئٹہ، پاکستان، المطبوع: ۱۹۹۸ء، ص۴۷

3، کپتان واحد بخش سیال چشتی، مقامِ گنج شکر، بزم اتحاد المسلمین، لاہور، پاکستان، المطبوع: ۱۴۱۱ھ، ص۱۳۹

4، کرمانی، سید محمد بن مبارک، سیر الاَولیاء،، اردو،، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، پاکستان، المطبوع: ۱۹۹۶ء، ص214

5، عبد الحی بن فخر الدین، نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر،، عربی،، دار ابن حزم، بیروت، لبنان، المطبوع: ۱۹۹۹ء، ج۱، ص۱۲۸

6، سورۃ الاَحزاب، 33/41

7، کرمانی، اسرار الاولیاء، ص۱۲۴

8، مصدر سابق، ص۱۲۴

9، بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۹۸۷ء، 5/2353، رقم: 6044، منذری، عبد العظیم بن عبد القوی، الترغیب والترہیب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ، 2/256، رقم: 2303

10، بیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، شعب الایمان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ، 1/395، رقم: 520

11، سورۃ الزمر، 9/39

12، سورۃ المجادلہ، 11/58

13، شعرانی، عبد الوھاب بن اَحمد بن علي، الطبقات الکبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت. ص۳۱۸

14، دارمي، اَبو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن، السنن، دار الکتاب العربي، بیروت. 1407ھ. ۱/۱۱۴، رقم: ۳۶۴، ابن اَبي شیبۃ، اَبو بکر عبد اللہ بن محمد، المصنف، مکتبۃ الرشد، الریاض. 1409ھ. ۷/۸۲، رقم: ۳۴۳۶۱

15، بزار، أبو بكر أحمد بن عمرو، المسند، مكتبة العلوم والحكم، بيروت. 1409ھ۔ ۵/۱۷۱، رقم: ۱۷۰۰،
بيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي، المدخل إلى السنن الكبرى، دار الخلفاء للكتاب الإسلامي،
الكويت، 1404ھ۔ ۱/۲۵۴، رقم: ۳۵۴

16، کرمانی، اسرار الاولیاء، ص 125

17، مصدر سابق، ص125

18، جمال الدين محمد بن عبد الرحمن بن عمر الجيشي، نشر طي التعريف في فضل حملة العلم الشريف، جدة،
دار المنهاج، الطبعة الأولى: 1417ھ-/1997م، ص48، 145

19، نفس المصدر

20، کرمانی، اسرار الاولیاء، ص126

21، بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الصحیح، دار ابن کثیر، یمامہ، بیروت، لبنان، 1987ء، 1/37

22، ابو داود، سلیمان بن اشعث، السنن، دار الفکر، بیروت، لبنان، 3/317، رقم: 3641، ابن ماجہ،
ابو عبد اللہ محمد بن یزید، السنن، دار الفکر، بیروت، لبنان، 1/81، رقم: 223

23، کرمانی، سید محمد بن مبارک، سیر الأولیاء، اردو، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، پاکستان، المطبوع:
۱۹۹۶ء. ص۲۲۹

24، ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، السنن، دار الفکر، بیروت، لبنان، ج۱، ص۲۹۸، رقم
الحدیث: ۹۲۵

25، کرمانی، اسرار الاولیاء، ص117

26، مصدر سابق، ص117

27، زيلعي، فخر الدين عثمان بن علي، تبيين الحقائق، دار الكتب الإسلامي، القاهرة. 1313ھ۔ 6/25

28، ابن نجیم، زین الدین ابن النجیم، البحر الرائق، دار المعرفہ، بیروت. 8/226

29، ابو داود، سلیمان بن الاشعث، السنن، دار الفکر، بیروت، 4/357، رقم: 5225

30، بخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، 1989ء، ص339، رقم:
975

31، بخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، 1989ء، ص339، رقم:
97۶

32، زيلعي، فخر الدين عثمان بن علي، تبيين الحقائق، دار الكتب الإسلامي، القاهرة. 1313ھ، 6/25

33، أحمد بن إبراهيم بن عيسى، شرح قصيدة ابن القيم، المكتب الإسلامي، بيروت، لبنان. 1406ه 337/1

34، ابن عابدين، حاشية ابن عابدين، مطبعة بولاق، مصر. 1323ه۔ 254/5

35، ابن حجر عسقلاني، أحمد بن علي، فتح الباري، المطبعة البهية، مصر. 1323ه۔ 48/11

36، ابن حجر عسقلاني، فتح الباري، 48/11

37، محمد السفاريني الحنبلي، غذاء الألباب شرح منظومة الآداب، مطبعة النجاح، مصر. 1324ه۔ 287/1

38، خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی، تاریخ بغداد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 73/11

39، اسرار الاولیاء، ص130-131

40، احمد بن حنبل، المسند، مؤسسہ قرطبہ، مصر، 379/1، رقم:3598

41، ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبری، دار صادر، بیروت، لبنان، 150/3-151

42، حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، المستدرک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1990ء، 10/3، رقم:4274

43، بدر الدین اسحاق، أسرار الأولیاء، اردو، ص۲۹، المطبوع:2005ء، اکبر بک سیلرز، لاہور، پاکستان

44، مسلم، ابو الحسین مسلم بن الحجاج، الصحیح، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 2044/4، رقم: 2653

45، بخاری، الصحیح، 1174/3، رقم:3036

46، ابن ابی شیبہ، المصنف، 79/7، رقم:34332

47، ابن ماجہ، السنن، 35/1، رقم:90

48، اسرار الاولیاء، ص127

49، ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ الاصبہانی، حلیۃ الأولیاء، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ، 379/5

50، قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، دار الشعب، القاہرہ، مصر، 253/19

51، ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، المطالب العالیہ، دار العاصمہ، السعودیۃ، 1419ھ، 633/5، رقم:950

52، سورۃ التحریم، 8/66

53، بدر الدین اسحاق، اَسرار الاَولیاء،، اردو،، ص۳۵، المطبوع: 2005ء، اکبر بک سیلرز، لاہور، پاکستان

54، بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ، شعب الإیمان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 199۰ء، ۵/۴۳۶، رقم الحدیث: 7179

55، بابا فرید الدین گنج شکر، شلوک، دیوان،، ترتیب: خالد حسین، جموں کشمیر، سری نگر بازار، ص:٦

56، سورۃ الملک، 67/2

57، ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، 8/238

58، کرمانی، اسرار الاولیاء، ص109

59، ابن ماجہ، السنن، 2/1422، رقم: 4258

60، ابن ماجہ، السنن، 2/1423، رقم: 4259

61، کرمانی، اسرار الاولیاء، ص110

62، احمد بن حنبل، المسند، 2/441، رقم: 9686

63، ابن أبي الدنیا، أبو بکر عبد اللہ بن محمد، ذکر الموت، مکتبۃ الفرقان، عمان. 2002م. ص81-82، رقم: 148